Vol. 4 No. 3 (2026)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X

An Analysis of Iqbal's Biographies

اقبال کی سوانح عمریوں کاتجزیہ

[1]**Dr. Uzma Noreen**
[1]Lecturer, Urdu Department G.C Women University, Sialkot

Article Details:`

Received on 02 March, 2026
Accepted on 13 March,2026
Published on 30 March, 2026

Corresponding Authors*:

Abstract

Books on Iqbal's life were written later and biographical articles on him began before biographical books about him, and the name of Sir Abdul Qadir is mentioned first in this regard. Sir Abdul Qadir, the editor of the archive, wrote the first biographical article on Iqbal, which was published in the May 1902 issue of the Lucknow-based magazine "Khadang-e-Nazar". Later, Muhammad Din Fawq, Sir Zulfiqar Ali Khan and Maulvi Ahmad Din wrote articles on Iqbal's life during Iqbal's lifetime. But no one wrote a biographical book on Iqbal during his lifetime, although this task would have been relatively easy at that time. One reason for this was that Iqbal never encouraged the writing of his biography and said that there were no incidents in his life that would interest anyone or anyone could learn anything from them. However, Javed Iqbal has definitely written in his father's biography "Zindah Rood" that Iqbal wanted to describe the gradual evolution of his thoughts and philosophy, but he did not get the opportunity to do so.

Keywords: Iqbal's life, Sir Abdul Qadir, "Khadang-e-Nazar", Muhammad Din Fawq, Maulvi Ahmad Din, Zulfiqar Ali Khan, Javed Iqbal, "Zindah Rood".

علامہ اقبال دنیا کے واحد شاعر تھے جن پر ان کی زندگی ہی میں بہت کچھ لکھا جاچکا جا رہا تھا۔ اس حوالے سے اولیت سر شیخ عبدالقادر کو حاصل ہے جنھوں نے رسالہ" حد نگ نظر"میں مئی ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون اقبال کی سوانح کے حوالے سے لکھا۔ اس ضمن میں انھوں نے سوانح اور تنقید دونوں حوالے استعمال کیے۔ اگرچہ بعد میں اقبال کی وفات کے بعد تو انھوں نے بہت کچھ لکھا مگر یہ واحد مضمون تھا جو انھوں نے سب سے پہلے لکھا۔ دوسرا مضمون محمد دین فوق نے لکھا۔ یہ اپریل ۱۹۰۹ کو"کشمیری میگزین" میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں بعد میں اضافے بھی ہوئے۔

اقبال کی وفات کے ایک ہفتے بعد "جاویدمنزل"میں ایک اہم اجلاس ہوا ۔اس کے صدر ڈاکٹر مظفر الدین قریشی تھے۔اس اجلاس میں "مجلس اقبال"نامی تنظیم بنائی گئی۔ اس حوالے سے غلام رسوم مہر نے رسالہ"انقلاب"یکم مئی ۱۹۳۸ء کے شمارے کے اداریے میں یوں لکھا۔

"

'

> اگر ہماری گزارش کو غیر مناسب نہ سمجھا جائے تو ہم عرض کریں گے کہ اس کام کی بجاآوری کا آج صرف ایک شخص حقیقی اہل ہے۔ وہ چودھری محمد حسین صاحب ایم اے سپرنٹنڈنٹ پر یس برانچ ہیں۔ ان سے بڑھ کر (اقبال مرحوم)کی معیت کسی دوسرے شخص کو نصیب نہیں ہوئی اور ان سے بڑھ کر اقبال کے خیالات و افکار اور پیغام کی اساسیات سے معرفت کا کوئی دعوے دار نہیں ہو سکتا۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ جو کام ہو یا تو چودھری صاحب ممدوح کے ہاتھوں انجام پائے یا براہِ راست اُن کی نگرانی میں ہو۔(۱)"

لیکن یہ تو چودھری صاحب (م:جولائی ۱۹۵۰ء)اور نہ غلام رسول مہر صاحب سے یہ کام ہو سکا۔ بعدمیں گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر کی خواہش کے مطابق اگست ۱۹۵۱ء میں "بزمِ اقبال"لاہور میں غلام رسول مہر کی سربراہی میں چار اصحاب پر مشتمل کمیٹی بنائی گئی۔ اس کمیٹی کی ذمہ داری یہ تھی کہ ایسے لوگ جو اقبال کی خامت میں حاضری دے چکے ہوں ۔ان سے معلومات لے کر مہر صاحب روایان کے بیانات قلم بند کر کے اس کو تحریری شکل دے دیں گے۔ یہ کام ۱۹۵۴ء کو "تدوین سوانح اقبال"کے نام سے مہر صاحب کی چند تجاویز کے نام سے شائع ہوتا تھا مگر ان کی شرائط منظور نہ ہو سکیں۔ بعد میں یہ کام عبدالمجید سالک کے حوالے کیا گیا۔ جو سوانح بہ عنوان"ذکرِ اقبال"چھ ماہ میں مکمل کر گئےبعد میں "ذکرِ اقبال"کے حوالے سے بہت سے ماہرین نے بےاطمینانی ظاہر کی۔ جن میں شورش کاشمیری، بشیر احمد ڈار، سید وحید الدین،عبدالواحد معینی، خالد نظرصوفی اور دیگر یہاں تک کہ غلام رسول مہر صاحب نے اپنے ایک خط میں ڈاکٹر عاشق حسین کو لکھا:

Vol. 4 No. 3 (2026)
Journal of Social Signs Review
Online ISSN Print ISSN
3006-4651 3006-466X

"

،

،

،

،

،

"( ) ،

اس سوانح عمری کے حوالے سے بہت سی باتیں ہوئیں اور پھر بعد میں نئی تبدیلیوں اور نئی سوانح عمریوں کے ضمن میں نذیر نیازی، حکیم محمد حسن قریشی، راجا حسین اختر اور جاوید اقبال پر مشتمل بورڈ بنانے کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ یہ کام غلام رسول مہر کے حوالے کیا جاتا تو بہتر تھا۔ وہ خود بھی اس کام کا بیڑہ اٹھانے کے حق میں تھے اور اپنے ہنر کو کام میں لانے پر تیار ہوتے رہے مگر بعد میں کب ایسے کام ہو سکتے ہیں،وجہ یہ ہے کہ عمر کے تقاضے انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتے۔ بہر حال مہر صاحب نے ایک جگہ خود یاسف کا اظہار کیا ہے:

"

،

،

"( )

یہ اقبالیات کی بدقسمتی رہی کہ غلام رسول مہر خواہش کے باوجود اس خواب کی تکمیل نہ کر سکے اور یوں وہ جنرل عمر حیات ٹوانہ کی سوانح عمر کی شوید میں صلاحیتیں ضائع کرتے رہے۔ بعد میں اقبال صدی (۱۹۷۷ء)میں ایک بار پھر اس کام کا بیڑہ اٹھانے کی ضرورت کو محسو س کیا گیا اور پھر یہ سوال سامنے آیا کہ اقبال کی سوانح عمری کون لکھے گا۔ "نیشنل کمیٹی برائے صد سالہ تقریبات ولادت علامہ محمد اقبال"نے یہ ذمہ داریا سید نذیر نیازی اور عبدالسلام خورشید کو دے دی۔ ڈاکٹر صابر کلوروی کی"یادِ اقبال"کو اولیت حاصل رہی کہ انھوں نے پہلی بار اقبال کی سوانح

Online ISSN 3006-4651
Print ISSN 3006-466X

عمری پر قلم اٹھایا۔اس کے بعد محمد حنیف شاہد کی"مفکرِ پاکستان"ایم ایس ناز کی "حیاتِ اقبال"اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی"سرگزشت اقبال" بھی لکھی گئیں۔

صابر کلوروی خیبرپختونخواہ کے ایک سرسبز و شاداب شہرایبٹ آباد سے تعلق رکھتےتھے۔ انھوں نے بعد میں "باقیات شعر اقبال "پر پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ بھی کی تھی۔یہاں ان کی مرتب کردہ "یادِ اقبال"کا ذکرہو رہا ہےـوہ اقبال کے سچے عاشق تھے اور اکثراقبال کےحوالے سے بات کرتے ہوئے ان کی آنکھیں بھیگ جاتی تھیں۔ انھوں نے ۱۹۷۷ء میں یہ کتاب مرتب کی تھی جو اقبال کی سوانح کے حوالے سے خاصی جامع کتاب رہی۔ یہ کتاب اقبال کی شخصیت کا خاصامکمل تعارف پیش کرتی ہے۔ یہ کتاب پہلے جریدے میں شائع ہوئی اس لیے اقبالیات کے حلقے میں کوئی خاطر خواہ شہرت حاصل نہ کر سکی۔

اس کتاب میں صابر کلوروی نے بغیر کسی ادعا یا بلند بانگ دعوے کے اقبال کے حوالے سے کافی محنت کے ساتھ تحقیق طلب روایات اوراختلافی امور کو پیش کیا۔مثال کے طور پرمسجد قرطبہ کی زیارت اور طوائف کے قتل کے واقعات کو انھوں نے خاصی جانفشانی کے ساتھ تحقیق سے گزارا۔ایک اور بات بھی اہم ہے کہ فاضل محقق نے اقبال کے عشق میں انھیں فرشتہ نہیں بنایا اور انھیں انسان ہی رہنے دیا۔ البتہ کچھ الجھنیں انھیں عمر بھر پریشان کرتی ہیں۔ جیسے آرنلڈ کی شاگردی،داغ سے تلمذ اور ارشد گوکانی سے اصلاح، افغانستان کا سفر اور ایبٹ کا سفر یہ ساری کوشش انھوں نے تحقیقی نقطہ نظرسے زیادہ ایک معمولی پڑھے لکھے آدمی کے لیے کے حساب سے لکھی ہیں۔ کتاب کے آخری حصے میں"اختلافی مسائل"کئی لحاظ سے اہم باتیں سامنے آتی ہیں۔ اگرچہ بعد میں ان کی اقبال کے حوالے سے کوششیں خاصی اہم رہیں اور وہ ماہرین اقبالیات میں سب سے اہم حصے کی تنقید و تدوین کے کالم میں آگے رہے۔

محمد حنیف شاہد کی "مفکرِ پاکستان"۱۹۸۲ء کو چھپی۔اگرچہ یہ کتاب ۱۹۷۷ء کو لکھی گئی تھی ۔اس کتاب کے بارے میں پیش لفظ میں رقم طراز ہیں کہ انھیں خواب میں اقبال کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیگر یہ کہ ان کی لکھی ہوئی یہ سوانح سب سے الگ اور منفرد ہو گی اور یہ حالات زندگی زیادہ مستند، جامع اور مفصل ہوں گےـوہ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"

‘

) ‘ ‘

(

Vol. 4 No. 3 (2026)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN Print ISSN

3006-4651 3006-466X

“ “ ‘

“( )

اس کتاب کا عنوان ہی موزوں نہیں تھا۔وجہ یہ تھی کہ اس میں اقبال کے حوالے سے خدمات کا جائزہ تو پیش نہیں ہوا تھا۔ البتہ مفکر اسلام یا اقبال: ایک عظیم شاعر ہوتا تو بات تھی۔ یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔ابتدا کے چار ابواب زمانی ترتیب سے درست ہیں۔ آگے کے ابواب میں موضوعاتی اعتبار سے کہیں پر تو ترتیب موجود ہے مگر زیادہ تفصیل زمانی اعتبار سے آگے پیچھے ہوگئی ہے۔ اگرچہ ا س کتاب کی اہمیت اس وجہ سے زہادہ بنتی ہے کہ اقبال کی شخصیت سے متعلق قابلِ رشک مواد اکٹھا کیا گیا ہے۔ معلومات کی فراوانی اور اقتباسات کی کثرت کے لحاظ سے تو کتاب قابلِ قدر ہو سکتی ہے مگر ایک سوانح عمری میں حشو زوائد کی مد میں ضروری اور غیر ضروری ،اہم اورغیراہم اور متعلق یا غیر متعلق محقق تمیز روا نہ رکھے تو یہ تالیف بے نتیجہ ہو گی۔ اس یہ طرہ یہ کہ اکابر کے تعزیتی پیغامات،ماتمی جلسوں کی خبریں اور قطعات بھی غیر ضروری طور پر شامل ہیں۔ایک سقم یہ ہے طویہ اقتباسات کے بغیر تجزیے اور تفہیم سے اجتناب بھی کیا گیا ہےجو ہونا ضروری تھا۔اس کے علاوہ کچھ سیاسی مہارتیں بھی شامل کی گئی ہیں۔ اس کے علاہ بھی حوالہ جات کہیں کہیں درست طور پر درج نہیں کیے گئے ۔

ایم ایس ناز کی "حیاتِ اقبال"اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں انھوں نے پہلی بار اقبال کی تاریخ والادت کے حوالے سے طویل بحث کی ہے۔جس کے نتیجے میں خالد نظیر صوفی کی تجویز کردہ اقبال کی تاریخ پیدائش ۲۹ دسمبر ۱۸۷۳ء کو درست قرار دیا ہے۔دگر یہ کہ اس کتاب میں زیادہ ترمواد ذکر اقبال، اقبال درون خانہ اور روزگار فقیر سے لی گئی ہیں۔مزید یہ کہ اس سوانح میں کسی چھان پھٹک کے بغیر اور بغیر کسی بحث کے واقعات شامل کردیئے گئے ہیں۔اسی طرح اس نوانح میں انھوں نے اقبال کے یورپ جانے سے قبل پانچ سال، قیام یورپ کےتین سال،عطیل بیگم کے ساتھ تعلق کا ذکر، تفصٰل سے کیا ہے اور دیگر امور کے ذکر کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ جیسے کہ خطبات مدارس، علی گڑھ،میسور، پانی پت اورسرہند وغیرہ اس بات کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ انھوں نے "اقبال عوامی عدالت میں"کے عنوان سے ان پر لگائے جانے والے الزام جیسے شراب نوشی رنگ رلیاں، طوائف کا قتل اور قادیانیت وغیہرہ۔انھوں نے دستیاب شہادتوں سے ان الزامات کی تردید کی ہے جو اس لیے اہم ہے کہ اس سے پہلے کسی محقق نے ان کی تردید نہیں کی تھی۔ یہی خوبی اس سوانح کو اہم ترین بناتی ہے۔

Vol. 4 No. 3 (2026)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN Print ISSN

3006-4651 3006-466X

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید بھی اقبال کی سوانح کے حوالے سے اہم مقام رکھنے والے محقق ہیں۔ان کی تالیف "سرگزشتِ اقبال"۱۹۷۷ء میں چھپی تھی۔ "ذکرِ اقبال"کو بنیاد بناتے ہوئے انھوں نے مختلف مآخذ(انقلاب، کی فائلیں)اور اقبال کے خطوط کے مختلف مجموعوں اور دیگر اصحاب کی یاداشتوں کو جمع کر کے ایک اہم تحقیقی مواد کی شکل دی۔ یہ اقبال کے حوالے سے ضروری کوائف تھے۔ان کے حوالے سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ ان کا کام پہلے تو ان کی عجلت تھی۔ دوسرے یہ کہ وہ اس میں صحافیانہ موشگافیوں کی وجہ سےتحقیق کا مکمل حق ادا نہ کر سکے۔تیسرا یہ ان کی سوئی"ذکرِاقبال"پر ٹکی رہی۔ کچھ امور کی تسوید نہ کر سکے اور چند واقعات کے یہاں غلطیوں کی اصلاح نہ کر سکے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ عجلت میں یہ کام سمیٹ رہےتھے ۔ایک اور غلطی یہ کی کہ انھوں نے اقبال کی ذاتی معلومات کا سرسری ذکر کر کے ان کو بطور سیاست دان کو خوب پیش کیا مگر باقی پہلو تشنہ رہے۔دیگر یہ کہ پہلی شادی کی ناکامی کے بعد اقبال کی شراب نوشی یا سپیرا بن کر جنگلوں میں پناہ ڈھونڈنے یا خود کشی کے ارداے کے حوالے سے انھوں نے کچھ بھی نہیں لکھا۔ یورپ سے واپسی پر اقبال کی شدید ذہنی کش مکش اور دیگر امور جیسے طرزِ معاشرت ، عادات و اطوار، نشست و برخاست، انداز شعر گوئی ، مطالعہ، طعام وکلام،سفر و حضر،عائلی زندگی اور پسند و ناپسند کے حوالے سے بھی عبدالسلام خورشید صاحب کچھ معلومات نہ دے سکے۔جس طرح ذکر اقبال میں عبدالمجید سالک نے قادیانیوں کے حوالے سے اقبال کے بارے میں معلومات دی ہیں:

"

"( )

سید نذیر نیازی کی مرتب کردہ اقبال کیایک اور سوانح عمری "دانائے راز"کے نام سے لکھی ہے۔ یہ کاوش انھوں نے نیشنل کمیٹی ۱۹۷۹ء کو لکھی۔ عنوانات اور تفصیل ابواب کی کوئی تفصیل نہیں دی گئی۔ کتاب کو دو فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلی فصل میں اقبال کی پیدائش سے لے کر ۱۸۹۵ء تک حالات درج ہیں جب کہ دوسری فصل میں ۱۸۹۵ء سے سے ۱۹۰۵ء تک تفصیل دی گئی ہے۔ ہر فصل میں مختلف عنوانات کو اس کی زینت بنایا گیا ہے۔ساتھ ساتھ ان پر تفصیلی بحث بھی شامل کر دی گئی ہے۔ نذیر نیازی کے خیال میں ابتدا سے لے کر ۱۸۹۵ء تک دور اہم ہے مگر اکثر سوانح نگار اسے اہمیت نہیں دیتے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال کے ذہن کے ارتقا اور شاعری پر بھرپور بحث کی گئی ہے۔اس طرح انھوں نے اقبال کی ساری ذاتی تفصیلات پر سیر حاصل بحث کے علاوہ ان کی کبوتر بازی پر زیادہ بحث کی ہے اور اقبال کے ایک قول کو بھی نقل کیا ہے کہ "جب میں کبوتروں کو پہنائے فضا میں پرواز کرتے دیکھتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں جیسے میں بھی ، ان کے ساتھ آسمان کی وسعتوں میں اڑ رہا ہوں۔ افلاک کی سیر ہو رہی ہے۔" سو اس حوالے سے یہ اقتباس دیکھیے :

"

Vol. 4 No. 3 (2026)
Journal of Social Signs Review
Online ISSN Print ISSN
3006-4651 3006-466X

،

،

”( )

انھوں نے اقبال کی پہلی شادی کے حوالے سے بھی تفصیلی بات کی ہے کہ یہ شادی بوجوہ ناکام رہی ہے۔ اقبال کا مزاج ہی وہاں نہ لگا اس وجہ سے طلاق ہو گئی۔

فصل دوم میں بھی مختلف عنوانات کے تحت تفصیل دی گئی ہے مگر بعض جگہوں پر زیادہ تفصیلات کھٹکتی ہیں۔کچھ واقعات کے بیان میں ان کو غلط فہمی ہوئی ہے جیسے کہ جب اقبال نے وکالت ترک کی تو منشی طاہر الدین نے اُن سے تنخواہ لینا ترک کردی۔ بلکہ وہ آخر تک دیتے رہے۔دوسری وجہ یہ کہ بشیر ضیائی کی تیار کردہ بیاض ہی بعد میں غلام رسول مہر نے"سردورفتہ"کے نام سے شائع کی۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس میں مہر کے ساتھ علی دلاوری بھی شریک تھے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ نذیر نیازی صاحب کی تالیف اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں اقبال کی جزوی سوانح عمری کے لحاظ سے کافی مواد پایا جاتا ہے اور اس کے دیباچے میں انھوں نے نوید دی تھی کہ اس کا حصہ دوم جلد ہی آجائے گا۔لیکن وہ اب تک شائع نہ ہو سکا۔وجہ شاید یہ ہو کہ پہلے حصے کے (۱۹۷۹ء)کے دو سال بعد ہی نیازی صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔لیکن ایک اہم سوانح مرتب کر کے چھوڑ گئے۔

بھارت میں جگن ناتھ آزاد نے ۱۹۸۳ء میں "محمد اقبال: ایک ادبی سوانح"لکھی جو بھارت سے اس موضوع پر شائع ہونے والی پہلی کتاب ہے۔جس میں حیاتِ اقبال کو چودہ مختلف چھوٹے چھوٹے ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ اس میں تحقیقی و تنقیدی بحثیں بھی نہیں کی گئی ۔وجہ یہ ہے کہ کتاب بچوں کے لیے اُن کے نصاب کی ضرورتوں کے تحت لکھی گئی ہے۔اس سوانح عمری میں ایک جگہ نذیر احمد دہلوی کا نام نذیر احمد خان لکھا ہے جو کہ غلط ہے۔وہ خان نہیں تھے۔ انھوں نے یہ کہا ہے کہ اقبال بی اے میں اول آئے، یہ غلط ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ایک اور جگہ انھوں نے لکھا کہ اقبال نے ۱۹۰۵ء میں لندن پہنچ کر"کچھ روز اپنے چند احباب کے ساتھ قیام کیا حالاں کہ وہ قیام کے اگلے ہی سال کیمبرج کو روانہ ہو گئے۔تھے۔یہ بھی ہے کہ انھوں نے لکھا کہ میونخ یونیورسٹی نے ۱۹۰۷ء کو اقبال کوپی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی اور یہ کہ کیمبرج نے اس پر ان کو ایک سرٹیفیکیٹ دیا ۔اصل صورتِ حال اس کے برعکس ہے۔ وہ یہ کہ اس موضوع پر اقبال کو کیمبرج یونیورسٹی نے بی اے کی ڈگری دی تھی۔ بعد میں میونخ نے اسی موضوع پر ان کے لیے پی ایچ ڈی کا موضوع منظور کرایا جس میں اقبال نے کچھ ترامیم و اضافے کیے اور یوں ڈگری حاصل کی۔ جگن ناتھ آزاد نے یہ لکھا ہے کہ اقبال نے"لنکزان" میں زیرِ تعلیم ہونے کے ساتھ سوشیالوجی اور پالیٹکس کی تعلیم کے دوران مزید تعلیم کے لیے لندن سکول آف اکنامکس اینڈ پولیٹکل سائنس میں بھی داخلہ لیا تھا۔ حالاں کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ایک اور جگہ لکھا کہ ان کی پہلی بیوی سے علیحدگی ہو گئی ۔لیکن یہ علیحدگی طلاق نہیں تھی کیوں کہ وہ آخرتک ان کو اخراجات بھیجتے رہے۔تاریخ ہند پر اقبال کا نام ضرور درج ہے مگر یہ ان کی تصنیف نہیں جب کہ آزاد صاحب نے انھیں مصنف لکھا ہے۔آزاد نے ایک غلطی کی ہے کہ انھوں نے ابتدا سے ۱۹۰۸ء تک کے واقعات کو

Online ISSN Print ISSN

3006-4651 3006-466X

طویل صفحات پر جب کہ ۱۹۰۸ء کے بعد کے واقعات کو شارٹ لسٹ کر کے ختم کرنےکیا ہے حالاں کہ اقبال کی بھرپور علمی، ادبی، سیاسی، ملی، شاعرانہ اور پیشہ وارانہ سرگرمیوں کا زمانہ ہے۔

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب ہندوستان میں اقبال کی تفہیم کے حوالے سے ایک اہم اضافہ تھی۔

متذکرہ بالا سوانح عمریوں کے بعد ہماری نظر اقبال کے فرزند جاوید اقبال کی نگرانی میں اقبال کی طویل سوانح عمری کا آغاز ہوا۔ یہ کام ۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۴ تک ۹ سال کے عرصے میں مکمل ہوایہ تین جلدوں میں۷۱۱صفحات پر محیط ہے۔ پہلی جلد میں (ابتدا سے ۱۹۰۸ء) تک کے حالات کو اقبال کا تشکیلی دور قرار دیا گیا ہے جس میں سلسلہ اجداد، خاندان، سیالکوٹ میں تاریخ والادت کا مسئلہ، بچپن اور لڑکپن ،گورنمنٹ کالج لاہور، تدریس و تحقیق اور یورپ ۔ دوسری جلد میں (حیاتِ اقبال کا وسطی دور(ستمبر ۱۹۰۸ء تا دسمبر ۱۹۲۵ء)میں سات ابواب ہیں۔ جن میں فکر معاش،ازدواجی زندگی کا بحران ، ذہنی ارتقا،تخلیقی کرشمہ، قلمی ہنگامہ، خانہ نشینی اور ہندو مسلم تصادم کا ماحول شامل ہیں۔ تیسری جلد میں (اقبال کا اختتامی دور ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۸ء)کو سات ابواب میں منقسم کیا گیا ہے، جس کی تفصیل یوں ہے کہ عملی سیاسیات کا خارزار۔۔۔دورہ جنوبی ہند،مسلم ریاست کا تصور، گول میز کا نفرنسیں، افغانستان،علالت، آخری ایام ۔۔۔ اس سے اندازہ ہوتاہے کہ یہ آخری جلد اقبال کے آخری دور کے حوالے سے مکمل معلومات پر مشتمل ہے۔

اب"زندہ رود "کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

جلد اول کے حوالے سے یہ بات کہی جا سکتی ے کہ اس میں تحقیقی انداز میں اقبال کے اجداد کے ان کے بقول اسلام ہے۔سیالکوٹ کی جانب ہجرت،اقبال کی تاریخِ ولادت،کشمیر سے ہجرت، اقبال کی طالبِ علمانہ زندگی، گھریلو ماحول ،والد کا اندازِ طبیعت، میر حسن کی شخصیت، اقبال کی شعر گوئی، داغ سے تلمذ، شادی کے موضوعات۔غرض یہ تفصیلات زیادہ طویل ہوتیں تو سونے پہ سہاگہ ہوتا۔ البتہ اس حصے میں چند غلطیاں کی گئیں ہیں۔ مثلا اقبال کا سکاچ مشن ،پھر انٹر میڈیکل کالج میں داخلہ سے متعلق معلومات ادھوری ہیں کہ اس کا ماحول، اساتذہ کی قابلیت کیسی تھی نیز اس نے اقبال کی شخصیت پر کیا اثرات مرتب کیے۔ اس طرح یہ بات بھی عجیب ہے کہ اقبال نے کس عمر میں کس جماعت میں داخلہ لیا۔ حالاں کہ سلطان محمود حسین کی تحقیق کے مطابق ۱۹۸۳ء میں پہلی کچی جماعت میں داخلہ لیاجب کہ ۱۹۸۴ء میں پہلی پکی جماعت میں۔

اقبال کی بٹیر بازی پر بھی "زندہ رود "میں کوئی رائے نہیں دی گئی۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اقبال نے شاعری میں میر حسن سے اصلاح نہیں لی۔ جس سے عبدالمجید سالک کی روایت کی تردید ہوتی ہے کہ اقبال بٹیر باز تھے۔اس حصے کے باب پنجم میں اقبال کی شخصیت پر آرنلڈ کے اثرات زیادہ تفصیل سے بیان نہیں ہوئے حالاں کہ یہ تفصیل ضروری تھی۔ دیگر یہ کہ پہلی جلد کی اشاعت پر مختلف ماہرین اقبالیات نے جاوید اقبال کو کیمبرج یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری تفویض کی جانے کی مخالفت کی تھی کہ ایسا کوئی ثبوت نہیں اور جاوید صاحب نے تصحیح کر دی۔

زندہ رود"کی دوسری جلد اس وجہ سے ضخیم ہے کہ اپنی ڈگری کی تکمیل کے بعد وہ ہندوستان لوٹے تو انھوں نے خاصا ہنگامہ خیز دور گزارا۔مصروفیات بڑھ گئیں ۔ذمہ داریوں کا بوجھ زیادہ ہوا۔ اس جلد کی اشاعت ۱۹۸۱ء میں ہوئی جس میں مختلف مآخذ جیسے سید نذیر نیازی کی "دانائے راز"سے مدد ملی۔اس کے باب نمبر ہشتم میں کچھ غلطیاں ہیں جیسے جواب شکوہ کی تاریخ

Vol. 4 No. 3 (2026)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN Print ISSN

3006-4651 3006-466X

۱۹۱۳ء لکھی گئی جب کہ دیگر کئی جگہ دیگر نسخوں میں اس کی تاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۲ء درج ہے۔

اقبال کی پہلی شادی کی ناکامی کو کئی سوانح عمریوں میں اقبال کے بعد کی زندگ میں مضر اثرات کی حامل بتایا گیا ہے مگر زندہ رود میں اس کو مثبت دکھایا گیا ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ اقبال اس کے بعد ہی اقبال بنے۔ سو ان کی پہلی شادی کے حوالے سے یہ افواہیں غلط ہیں۔ بلکہ وہ تو مزید نکھر گئے۔ اس طرح اقبال کی شراب نوشی ،عیاشانہ زندگی اور طوائف کے قتل جیسے الزامات کے جاوید اقبال صاحب نے مدلل جوابات دیئے ہیں اور اس طرح سے دیئے ہیں کہ اصلاح ہو گئی ہےکہ یہ سارے الزامات من گھڑت تھے اور یہ دہلی اور لکھنؤ کے تنگ نظر اہلِ قلم ، قادیانیوں ، بعض مشائخ، کیمونسٹوں، حاسدین اور بعض متعصب ہندوؤں کے لگائے ہوئے تھے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ اس حوالے سے اسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں:

”

‘

‘ ‘ ‘

‘

‘

” ”

‘

”( )

اقبال کا آخری اوراختتامی دور جنوری ۱۹۲۶ء سے شروع ہوتا ہے جب وہ مجلس قانون ساز پنجاب کے انتخابات میں سامنے آئے۔ بعد مین انگریزی خطبات تیار کیئ اور جلد ہی خطبہ آلہ آباد دیا۔ اس دوران گول میز کانفرنسوں کی مصروفیات کے دو بار یورپ کا سفر، افغانستان کا سفر ہوا۔ اس کے

بعد ۱۹۳۴ء میں علالت کا آغاز ہواجو آخری عمر یعنی ۱۹۳۸ء تک چلا۔ اس دور میں ان کی شاعرانہ آواز زندہ و متحرک رہی اور وہ ہر حوالے سے اپنا بھرپور حصہ ڈالتے رہے۔بقول اقبال:

اسی کش مکش میں گزر رہی مری
زندگی کی راتیں
کبھی سوز و سازِ رومی، کبھی پیچ و تاب
رازی ( )

زندہ رود اس لحاظ سے اہم ہے کہ یہ اقبال کے فرزند ارجمند جاوید اقبال کے قلم کی تحریر ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کے لیے دستیاب تمام موادان کی دسترس میں تھاوہ اپنے والد صاحب کے حوالے سے زیادہ بہت معلومات دینے کے اہل بھی تھے۔ دیگر یہ کہ اس میں اقبال کے کوائف و حقائق زیادہ اور مکمل پس منظر و پیش منظر کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔

جاوید اقبال صاحب قانون کے طالبِ علم اور استاد رہے ہیں اس لیے انھوں نے اقبال کی زندگی کے کئی پہلوؤں جیسے سیاسی،تاریخی اور علمی و معاشرتی پش منظرکا کوئی اندازہ لینے کی سعی کی ہے اورا ن کے بیانات معتدل اور متوازن ہیں۔

مجموعی طور پر اس کے علاوہ بھی اقبالیات کے حوالے سے اقبال کے سوانح کے حوالے سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جو اقبال کی مفصل سوانح عمری تو نہیں مگر بعض مرتبین اقبال کے دوست رہے، ان کے شاگرد رہے یا ان سے ملاقات کا شرف حاصل رہا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کتابیں اپنی جگہ اہم ہیں ۔ جن میں نظیر صوفی کی "علامہ اقبال کا سالِ ولادت"(۱۹۷۷ء)،محمد عبداللہ چغتائی کی"اقبال کی صحبت میں" (۱۹۷۷ء)،محمد حنیف شاہد کی مرتب کردہ"اقبال اورپنجاب کونسل"(۱۹۷۹ء)نظیر صوفی کی "حیات و پیام علامہ اقبال"(۱۹۷۹ء)،عمر عبداللہ قریشی کی "حیاتِاقبال کی گم شدہ کڑیاں"(۱۹۸۲)،سیما لکھنوی کی "اقبال اوربھوپال"(۱۹۸۲ء)،اخلاق اثر کی "اقبال اور ممنون"(۱۹۸۳ء)،سعید اختر درانی کی"اقبال یورپ میں"(۱۹۸۵ء)،شیخ اعجاز احمد کی"مظلوم اقبال"(۱۹۸۵ء)،صابر کلوروی کی"اقبال کے ہم نشین" (۱۹۸۵ء)شکیل احمد "اقبال نئی تحقیق"(۱۹۸۵ء)،ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین کی "اقبال کی ابتدائی زندگی"(۱۹۸۶ء)،ڈورس احد کی (۱۹۸۷ء)،محمد حمزہ فاروقی کی "حیاتِ اقبال کے مخفی گوشے" (۱۹۸۸ء) سے لے کر "اقبال درون خانہ"دوم(از خالد نظیرصوفی) تک بیس کتابیں ایسی ہیں جواقبال کی شخصیت کے حوالے سے ملاقاتوں اور یاداشتوں کے حوالے سے اہم ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد حمزہ فاروقی، حیاتِ اقبال کے چند مخفی گوشے،ادارہ تحقیقات ،لاہور،۱۹۸۸ء،ص۵۷۶
۲۔ ، ، ، ،
۳۔ غلام رسول مہر، صادق علی دلاوری،مرتبین سبزودرفتہ،کتاب منزل، لہاور،۱۹۵۹ء،ص۴۴
۴۔ رفیع الدین ہاشمی، اقبالیات:تقسیم و تجزیہ،اقبال اکادمی، لاہور،۲۰۰۴ء،ص۲۳۵۔۲۳۶
۵۔ شورش کاشمیری، اقبال مجرم، چٹان، لاہور،۱۹۷۴ء،ص۲۳ تا۳۷
۶۔ رفیع الدین ہاشمی، اقبالیات:تقسیم و تجزیہ،ص۲۵۰
۸۔ رفیع الدین ہاشمی، اقبالیات:تقسیم و تجزیہ،ص۲۶۲